Lesson 1: Hijr (Ayaat 1- 50): Day 2 سُوۡرَةُ الحِجر کی تفسیر

سورۃ حجر کی چند باتیں؛ مکی سورۃ ہے۔ 99 آیات ہیں۔ 6 رکوع ہیں۔

پچھلی چند سورتیں انبیاء کرامؑ کے متعلق تھیں۔ سورۃ حجر میں ہم مکی اور مدنی سورتوں میں فرق دیکھیں گے۔ سورۃ حجر کا مزاج تھوڑا مختلف ہے۔ اس کی آیات چھوٹی ہیں۔ مکی دور کی آیات نسبتاً چھوٹی تھیں اور بات سیدھے انداز سے بتا دی گئی۔ بات میں زیادہ گہرائی نہیں تھی۔ مدنی سورتوں کی آیات لمبی اور بات میں گہرائی بھی ہے۔ سورۃ حجر اُس وقت نازل ہوئی جب اللہ کے نبیؐ کو تبلیغ کرتے کافی عرصہ ہو گیا تھا۔

آیت 80 سے لفظ حجر لیا گیا ہے۔ وَلَقَدۡ كَذَّبَ اَصۡحٰبُ الۡحِجۡرِ الۡمُرۡسَلِيۡنَۙ ﴿۸۰﴾

اس سورۃ میں ہم اللہ کے نبی ﷺ کی کوششیں دیکھیں گے اور یہ کہ لوگوں کا آپؐ کے ساتھ کیسا رویہ تھا۔ اس سورۃ میں ہمیں توحید کے دلائل نظر آتے ہیں۔ اور یہ کہ دین کی دعوت دینا حوصلے والے شخص کا کام ہے۔ آخرت کی فکر کریں۔

مختلف سورتوں میں آیات بیان کرنے کی حکمت سمجھ آتی ہے تا کہ ہم ہر بات کو کئی انداز سے پڑھیں اور موضوعات پر غور و فکر کریں۔ ایک ہی طرح سے بات پڑھ کر انسان توجہ کم دیتا ہے۔

ایک آیت تیرھویں پارے میں ہے اور پھر آیت نمبر 2 سے چودھواں پارہ شروع ہوتا ہے۔ اللہ کے نبیؐ کے دور میں پاروں کو تقسیم نہیں کیا گیا تھا۔ قرآن پاک کی کتابت بعد میں کئی گئی ہے۔

یہ بات سمجھ لیں کہ قرآن پاک فکشن کی کتاب نہیں ہے۔ ہم سب کا مقصد قرآن سے ہدایت لینا ہے۔ قرآن پر غور و فکر کر کے اپنے عمل میں تبدیلی لانی ہے۔

سورۃ حجر کی چند خاص باتیں؛ قرآن پاک ہینڈ بُک کے طور پر نظر آتی ہے۔ کفار کو دھمکی دی گئی ہے۔

مجرمین کو قرآن سُننا کیسا لگتا ہے؟ مشرکین نبی ﷺ کو مجنوں کہتے تھے لیکن پھر بھی وہ دین کا کام کرتے رہے۔ آدم اور ابلیس کا قصّہ۔

الٓرٰ ۚ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ وَقُرْاٰنٍ مُّبِيْنٍ ﴿۱﴾ آلرا۔ یہ خدا کی کتاب اور قرآن روشن کی آیتیں ہیں ﴿۱﴾

سورۃ حجر الٓرٰ ۚ سے شروع ہونے والی چھٹی اور آخری سورۃ ہے۔

یوں محسوس ہوتا ہے کہ ایک اہم اعلان کیا جارہا ہے۔ لوگو سُن لو یہ ایک روشن اور واضع کتاب اللہ کی طرف سے نازل کی گئی ہے۔ یہ کتاب سادی اور عام فہم زبان میں دی گئی تا کہ سب کو سمجھ آئے۔ پھر ہی لوگ عمل کر سکتے ہیں۔

اگر آپ چاہتے ہیں کہ لوگ آپ کی بات سُنیں اور آپ کا کام کر دیں تو چند ٹپس نوٹ کریں؛

- جس کو کام کہنا ہو اُس کا مخاطب کریں۔ نام لیں۔
- اگلے کو توجہ دلائیں۔ کیا آپ میری بات سُن رہی ہیں۔
- جب وہ جواب دیں پھر بات شروع کریں۔
- اگلے کو سادہ زبان سے محبت سے بات سمجھائیں۔

♣ اگلے کو موقع دیں کہ وہ بات کی وضاحت کر سکیں۔

قرآن سے سیکھیں کہ کیسے ہماری توجہ دلائی گئی ہے۔اللہ تعالیٰ سے دعاہے کہ قرآن سمجھ آئے اور اس پر عمل کرنے والا بنادے۔ آمین

رُبَمَا يَوَدُّ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْ كَانُوا مُسْلِمِينَ ﴿﴾ کسی وقت کافر لوگ آرزو کریں گے کہ اے کاش وہ مسلمان ہوتے ﴿۲﴾

چودھواں پارہ شروع ہوتا ہے۔ رُبَمَا لفظ کو دیکھ لیتے ہیں؛ یہ حرفِ جر ہے۔ قلت یعنی تھوڑا ہونا اور کثرت یعنی زیادہ ہونا۔ ایک معنی ہے۔ کبھی کبھی۔ اور دوسرا معنی ہے اکثر ایسا ہوتا ہے۔ اضداد میں سے ہے۔ یعنی کفار کو کبھی کبھی خیال آتا ہے یا اکثر خیال آتا ہے کہ کاش ہم مسلمان ہوتے۔

مفسرین کہتے ہیں کہ کفار کو اسی دنیا میں بھی مسلمانوں کا سکون دیکھ کر خیال آتا ہے۔ کہ کاش ہم مسلمان ہوتے۔ (آج بھی اگر اصل مسلمان اور مومن کو دیکھے تو یہ سکون اور امن نظر آئے گا۔ عمرؓ کا دَور یاد کر لیں۔) جب عیسیٰؑ آئیں گے تو ایسا ہی دَور نظر آئے گا۔

افسوس سے کہتی ہوں کہ آج کے مسلمان کو دیکھ کر تو شائد کافر کہتے ہوں کہ شکر ہے ہم مسلمان نہیں۔

دوسری تفسیر کے موت کے وقت دیکھ کر کافر کہیں گے کہ کاش ہم مسلمان ہوتے۔

تیسری تفسیر قبر میں منکر نکیر کو دیکھ کر کافر کہیں گے کہ کاش ہم مسلمان ہوتے۔

ایک تفسیر کہ قبر میں جب کافر کو جنت کا گھر دکھایا جائے گا تو کافر کہیں گے کہ کاش ہم مسلمان ہوتے۔

ایک تفسیر کہ کفارِ بدر کافر کہیں گے کہ کاش ہم مسلمان ہوتے۔

ایک تفسیر کہ آخرت میں کافر کہیں گے کہ کاش ہم مسلمان ہوتے۔

ایک تفسیر کہ روزِ قیامت کافر کہیں گے کہ کاش ہم مسلمان ہوتے۔

ایک تفسیر کہ آخرت میں کافر کہیں گے کہ کاش ہم مسلمان ہوتے۔

ایک تفسیر کہ جنت کو دیکھ کر کافر کہیں گے کہ کاش ہم مسلمان ہوتے۔

ایک تفسیر ہے کہ نام کے مسلمانوں کو جہنم میں دیکھ کر کافر انہیں طعنے دیں گے تو وہ شر مندہ ہونگے۔ اللہ اُن پر رحمت کرے گا تو جنت میں داخل کر دے گا پھر کافر کہیں گے کہ کاش ہم مسلمان ہوتے۔ کافر کہے گا کاش میں بھی معاف کر دیا جاؤں۔

وَيَقُوْلُ الْكٰفِرُ يٰلَيْتَنِيْ كُنْتُ تُرٰبًا کاش آج میں بھی اسی طرح کا معاملہ کر دیا جاؤں تو لہذا ضرورت ہے اس بات کی کہ آج ہم اپنے اس اسلام کی فکر کریں اب دیکھیں اگر ہم مُسلمان ہو کر بھی آگ میں گئے تو کتنی شرم کی بات ہے کتنا بڑا طعنہ ملے گا۔

ہم تو وہ لوگ تھے کہ دُنیا میں جب عروج پہ تھے تو لوگوں نے ہماری عزت کی ہمارے ساتھ معاملہ خوبصورت کیا ہم سے ڈرے آج ہم ٹھوکروں میں کیوں آگئے کیونکہ آج ہم اس کتاب پر عمل نہیں کرتے۔

ہم کیا کریں؟ تاکہ ہمیں شر مندہ نہ ہونا پڑے۔

اللہ سے دُعا کیجئے کہ اس دن کی حسرت سے بچا کے رکھے روایت میں آتا ہے کہ جب یہ لوگ جنت میں جائیں گے تو ان چہروں رپہ قدرے سیاہی ہو گی یعنی رنگ کالے ہونگے اس وجہ سے ان کو جہنمی کہا جاے گا پھر یہ لوگ دعا کریں گے کہ الٰہی یہ لقب بھی ہم سے مٹا دے پھر اِنہیں جنت کی ایک نہر میں غسل کرنے کا حکم ہو گا اور وہ نام بھی ان سے دور کر دیا جائے گا۔ ایک اور روایت ہے جس کو سن کر واقعہ ہی دل کانپ جاتا ہے اور اِبنِ ابی حاتم کی روایت ہے آپ نے فرمایا بعض لوگوں کو آگ ان کے گھٹنوں تک پکڑ لے گی بعض کو زانوں تک اور بعض کو گردنوں تک جیسے جن کے گناہ جیسے جن کے اعمال تھے بعض ایک مہینے کی سزا بھگت کر نکل آیئں گے سب سے لمبی سزا والا وہ ہو گا جو جہنم میں اتنی مدت تک رہے گا جتنی مدت دُنیا کی ہے یعنی دنیا کے پہلے دن سے دنیا کے آخری دن تک، جب ان کو نکالنے کا اللہ تعالیٰ ارادہ کرے گا تو اس وقت یہود و نصارا اور دوسرے دین والے جہنمی ان اہلِ توحید سے کہیں گے تم اللہ اور اس کے کتابوں اور اسکے رسولوں پر ایمان لائے تھے پھر بھی آج ہم اور تم جہنم میں یکساں ہیں اس پر اللہ کو بہت سخت غصہ آئے گا یعنی ان کی کسی اور بات کا اتنا غصہ نہیں آیا تھا پھر ان توحید والوں کو جہنم سے نکال کر جنت کی ایک نہر پر لایا جائے گا اور رُبَمَا يَوَدُّ الَّذِيْنَ میں اسی کی بات ہو چکی ہے۔

اللہ سے دعا ہے کہ آج اللہ تعالیٰ ہمارا ایسا کردار بنا دے کہ لوگ کہیں کہ یہ مُسلمان ہوتے ہیں ان کو کہتے ہیں یہ غازی یہ تیرے پُر سرار بندے لیکن جب مسلمان اپنی دنیا میں کھو جاتے ہیں تو پھر ان کا حال غیر مسلم سے کچھ فرق ہی نہیں ہوتا۔

اور ایک روایت، تفسیر اسکی یہ بھی آتی ہے کہ مسلمان کل اپنی غفلت پر حسرت کریں گے وَاللہ عالم یہ سارے حالات کس کے ساتھ کیسے ہونگے۔

لیکن ہمیں اس بات کی فکر کرنے کی ضرورت ہے کہ آج کچھ کر لیں اور یہاں لفظ دیکھیں کیا کہا جارہا ہے لَوۡ کَانُوۡا مُسۡلِمِیۡنَ اطاعت گزار کوئی اور نام نہیں ہے مُسلِم اگر کوئی مسلمان اطاعت گزار نہ ہوا تو وہ بھی یہی حسرت کرے گا آج مہلت ہے کل مہلت نہیں رہے گی آج اگر ہم اپنے آپ کو اس دنیا کے حالات سے اتنا زیادہ کھپادیں کہ آخرت کی تیاریاں نہ کر سکیں تو کل قیامت کے دن حسرت ہوگی۔

صحیح روایت میں آتا ہے کہ جنت میں جانے کے بعد جنتیوں کو کسی بات کی حسرت نہیں ہوگی سوائے ایک حسرت کے ان لمحوں پر جو اللہ کی یاد کے بغیر گزاردی آج ہماری زندگی میں اتنا فن اور اتنی سوشلائزنگ ہوگئی کہ ہم بانماز بھی پڑھتے ہیں تو شائد ہی اُس میں اللہ تعالیٰ کی ذات کی ملاقات ہوتی ہے کے نہیں تو اللہ سُبحانہ وتعالیٰ کہتے ہیں کہ لوگ وہ کہیں گے اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ دنیا میں کیوں نہ آسکے اتنی خواہش، حسرت اس دن کہیں گے تو آیت نمبر تین اور اس سے اگلی آیتوں میں اس کا تذکرہ ہے کہ لوگوں کے اسلام کی طرف یا اطاعت کی طرف نہ آنے کی وجہ کیا ہے کہ دنیا کی محبت، فرمایا!

ذَرۡهُمۡ یَاۡکُلُوۡا وَیَتَمَتَّعُوۡا وَیُلۡهِهِمُ الۡاَمَلُ فَسَوۡفَ یَعۡلَمُوۡنَ ﴿۳﴾

(اے محمدؐ) ان کو اُن کے حال پر رہنے دو کہ کھالیں اور فائدے اُٹھالیں اور (طول) امل ان کو دنیا میں مشغول کئے رہے عنقریب ان کو (اس کا انجام) معلوم ہو جائے گا

پہلی بات ہے ذَرۡهُمۡ چھوڑ دے ان کو یعنی ان کو انکے حال پہ چھوڑ دیجئے یہ ان اس قابل نہیں ہیں کہ ان کے بارے زیادہ سوچا جاے یہ اپنی لائف انجوائے کر رہے ہیں ان کو کرنے دیں یَاۡكُلُوۡا کھائیں پیئں وَيَتَمَتَّعُوۡا اور فائدہ اُٹھائیں متع سے کیسا وَيُلۡهِهِمُ یہ ہے اصل میں یہاں کا لفظ جو ہمارے لیے قابلِ غور ہے وَيُلۡهِهِمُ کا لفظ وہی ہے جس کو ہم **سُوۡرَةُ التّكاثُر** میں پڑھتے ہیں اَلۡهٰكُمُ التَّكَاثُرُ ۙ اَلۡھٰی، یُلۡھِی، اِلۡھٰی، تین درجے سمجھ لیجئے کہتے ہیں غافل کر دینا ایسی کثرت کی خواہش کہ جو بندے کو غافل کر دے۔ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں یہ اس دنیا میں غافل ہو گئے۔ ان کو دنیا ہی سب سے خوبصورت لگتی ہے۔ یہ جو لفظ ہے نہ عمل یہاں تھوڑا سا اپنے مخارج پہ غور کریں، عمل کہیں دیں گے تو عمل ہے یہ کیا ہے امل کہتے ہیں جھوٹی آرزوییں، طُولُ العمل، کا لفظ آتا ہے۔

حدیث کے اندر ایسی امیدیں اور توقعات جو کبھی پوری نہ ہوں لوگ پیار میں یہ نام رکھ لیتے ہیں۔ بظاہر غیر متوقع اور دیر سے وقوع پزیر ہونے والی آرزوییں جن کی بزاہر پورے ہونے کی امید نہ ہو عربی زبان میں امیدوں کے لیے بہت لفظ آیا ہے جیسے رِجَا، اَرجُو، یَرجُون، وہ امید ہوتی ہے اسی طرح ہم پہلے پارے میں پڑھ چکے ہیں اِلَّآ اَمَانِیَّ سوائے آرزوں کے ابن عباس کا قول ہے کہ وہ کہتے ہیں کے یہ ان کے علماء کی گھڑی وہ بھی روایات تھی جو انہوں نے نقل در نقل سنتے ہوئے اپنے لوگوں کو سنادی ،تو اُمِیّ کس کو کہتے ہیں بے بنیاد آرزوں کو یہاں اللہ تعالیٰ کہے رہے ہیں ان کی یہ آرزوئیں یہ کون سی آرزوئیں ہیں ہم اس دنیا میں رہیں گے **سُوۡرَةُ المُرسَلات** کی آیت 46 میں آتا ہے كُلُوۡا وَتَمَتَّعُوۡا کھاؤاور پیو اور موج کرو ایک وقت آئے گا کہ تم نے اس چیز کو چھوڑ کے چلا جانا ہے یہ ہے اصل مصیبت، مصیبت اس لیے کہا کہ یہ وہ چیز ہے جو انسان کو اللہ کی طرف نہیں آنے دیتی۔

صحیح بخاری اور مسلم کی روایت ہے کہ اللہ کے نبیؐ نے کہا کہ میں قسم کھا کر تم کو کہتا ہوں کہ مجھے اپنی امت پر فقر اور فاقے کا ڈر نہیں ہے بلکہ تم دنیا فراخ کر دی جائے گی جیسے تم سے پہلے لوگوں پر فراخ کر دی گئی اور تم اس کو حاصل کرنے کے لیے کوشش کرو گے آج ہم اس دنیا ایسے کھو گے کہ جیسے ہم نے واپس جانا نہیں۔

کہ خواہشیں اتنی کہ ہر خواہش پہ دم نکلے۔۔بہت نکلے میرے ارمان پھر بھی کم نکلے

ہر بات پہ دم نکل رہا ہے ایک کپڑے کا جوڑا دیکھ کے ہمارا دم نکلنے لگتا ہے کسی کا زیور دیکھ کر ہماری رال ٹپکنے لگتی ہے اور ہمیں ایسے لگتا ہے کہ ہمیں تو کچھ ملا ہی نہیں اگر اللہ تعالیٰ ہمیں اس دنیا میں سب کچھ دے دیتا جو ہم چاہتے ہیں تو آپ یہ بتایئں کے وہ کتنے دن رہتا دنیا میں؟

جو ملا شکر کیجئے ضرورت کے لیے ملا یہ صرف ضرورت کی جگہ ہے یہ بالکل ایسے ہے جیسے ہم کسے ہوٹل میں دو تین دن کے لیے جاتے ہیں تو ہمیں ضرورت کی چیزیں دے دیتے ہیں۔ اگر آپ کے گھر والا سارا سامان ہوٹل میں ہو تو آپ ہوٹل کیوں چھوڑیں اور جو لوگ جا کے رہتے ہیں ان کو اچھی طرح پتہ ہے۔ آپ فایئو پلس سٹار ہوٹل بھی لے لیں آپ کو ایک ایک چیز کی ضرورت پھر بھی پڑتی ہے پہلا دن اچھا گزرے گا دوسرے تیسرے دن دل گھبرانے لگتا ہے کہ اس کمرے سے ہم باہر نکلیں اس کے برعکس جیسا بھی جوڑ توڑ اچھا لگتا ہے اس دنیا کو ایک ہوٹل کا کمرا سمجھیں جتنے دن کے لیے وہاں رہنا ہے ہمیں نہیں پتہ لیکن اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس کے لیے ایک ڈیٹ دی ہوئی ہے اور جتنی لمبی آرزوئیں کریں گے اس دنیا کی اس کا ایک نقصان ضرور ہو گا کہ آخرت دھندلا جاتی ہے دنیا کے اتنے پردے پڑ گئے آنکھوں کے اوپر کہ خواہشاتوں کی سمجھ ہی نہیں آتی۔

نبیؐ کی ایک روایت کا خلاصہ ہے کہ جو تھوڑا ہو اور کفایت کرے یعنی آپکی ضرورتیں پوری ہو رہی ہیں۔ اللہ سُبحانہ وتعالیٰ دنیا میں دیتا ہے کھاؤ پیو استعمال کے لیے رکھو سنبھالنے کے لیے نہ رکھو یعنی مومن کی کیفیت کیا ہے؟ ایک ٹیچر سے ایک سٹوڈنٹ نے پوچھا کہ آپ کیا کہتے ہیں کہ اسلام نہ ہو مسلمانوں کے پاس پیسہ نہ ہو تو انہوں نے کہا کہ پیسہ ہاتھوں میں رہے لیکن دل میں اللہ کی یاد ہو یہ لازم ہے۔ بلکہ انہوں نے کہا کہ لازم ہے مسلمانوں کے پاس پیسہ ہو آج کے دور میں مال نہیں ہو گا تو بہت سارے رسورسز نہیں ملیں گے لیکن کرنے کی ضرورت کیا ہے کہ انسان اپنے دل میں اللہ کی یاد رکھے اس پیسے پہ سانپ بن جانا یا اسی کے غم اسی کی خوشیاں اسی بڑھانے چڑھانے میں اگر اپنی زندگی کو ختم کر دیا تو ضرورت پوری ہو جائے تو پھر ٹھیک ہے فَسَوۡفَ یَعۡلَمُوۡنَ عنقریب تم جان لو گے یہ آرزوئیں انسان کو کہیں کا نہیں چھوڑتی۔ اور آپ نے خود بھی دیکھا ہو گا کہ گھر میں ضرورت کی سب چیزیں ہو اور ہر طرح کی ایک ہی چیز ہو تو آپ مطمئن رہتے ہیں سوچنا ہی نہیں پڑتا کے آج کیا استعمال کروں کیونکہ فیصلہ کرنے کی ضرورت ہی نہیں پڑتی ہے۔ یہی ایک چیز اور جب بہت ساری چیزیں ہوتی ہیں تو لوگ اس بات پہ بھی پریشان ہو جاتے ہیں کہ آج کی دعوت میں کون ساڈنر سیٹ نکالیں یہ کھیل کھلونے دنیا میں ہیں آخرت میں ہمیں کام نہیں دیں گے۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کہتے ہیں کہ جس معاشرے میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آئے تھے ادھر بھی لوگوں کا یہ حال تھا کہ ان کی دنیا ان پر بہت دراز ہو گئی تھی۔ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آکر ان کو ہلایا تو اگلی آیات ان کے حالات پیش کرتی ہیں۔ ان کو پڑھتے ہوئے ہم دیکھیں گے کہ کیا آج ہم پر یہ حالات آئے ہیں۔

مَآ اَهۡلَـكۡنَا مِنۡ قَرۡيَةٍ اِلَّا وَلَهَا كِتَابٌ مَّعۡلُوۡمٌ ﴿۴﴾ ہم نے اِس سے پہلے جس بستی کو بھی ہلاک کیا ہے اس کے لیے ایک خاص مہلت عمل لکھی جاچکی تھی۔

جو قوم دنیا سے چلی گئی وہ اچانک نہیں گئی، کہ جیسے کوئی حادثہ ہوا اور سب ختم ہو گیا بلکہ پہلے سے وقت معین تھا۔ کہ اللہ نے انھیں کتنی ڈھیل دینی ہے، کب تک انکا معاملہ اچھا کرنا ہے، اللہ تعالی نے یہ سب کچھ لکھ کر رکھا ہوا تھا۔

مَا تَسۡبِقُ مِنۡ اُمَّةٍ اَجَلَهَا وَمَا يَسۡتَاۡخِرُوۡنَ ﴿۵﴾ کوئی قوم نہ اپنے وقت مقرر سے پہلے ہلاک ہو سکتی ہے، نہ اُس کے بعد چھوٹ سکتی ہے۔

اور جب قوموں کی پکڑ ہوئی تو یہ سب کچھ پہلے سے لکھا ہوا تھا کہ ان کے ساتھ ایسا ہو گا۔ جب پکڑ کا وقت آتا ہے تو پھر کوئی مہلت نہیں دی جاتی کیونکہ اس سے پہلے اللہ مہلت کا وقت دے چکا ہوتا ہے۔ جو انسان لمبی امیدیں لگاتا ہے وہ ضرور غلط کام کرتا ہے۔ حسن بصری کا ایک قول ہے کہ عقلمند وہی ہے جو موت کو قریب سمجھے اور فرصت کے لمحات سے فائدہ اٹھائے، اور جو لمبی امیدیں لگاتا ہے وہ ضرور غلط کاموں میں لگ جائے گا۔ اسی لئے پچھلی قومیں اتنی غافل تھیں کہ جب وقت آیا تو انہیں لگا کہ یہ پکڑ اچانک آ گئی۔ ایسی ہی ایک کہ عوام کا واسطہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پڑا کہ جن کا ایک ناپسندیدہ جملہ اللہ نے یہاں ذکر کیا۔

وَقَالُوۡا يٰۤاَيُّهَا الَّذِىۡ نُزِّلَ عَلَيۡهِ الذِّكۡرُ اِنَّكَ لَمَجۡنُوۡنٌ ؕ ﴿۶﴾ یہ لوگ کہتے ہیں "اے وہ شخص جس پر ذکر نازل ہوا ہے، تو یقیناً دیوانہ ہے

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کہہ رہے ہیں کہ آپ کہتے ہیں کہ آپ پر وحی آتی ہے تو آپؐ مجنوں ہیں۔ مجنوں اردو میں پاگل کو کہتے ہیں۔ آپ تصور کیجیے کہ اللہ کے نبی کھڑے ہیں اللہ کی باتیں کر رہے ہیں اور پیچھے سے ایک شخص آگے کہتا ہے یٰٓاَیُّهَا الَّذِیۡ نُزِّلَ عَلَیۡهِ الذِّکۡرُ اِنَّكَ لَمَجۡنُوۡنٌ ؕ

لفظ لَمَجۡنُوۡنٌ ؕ، جن سے ہے۔ عربی میں "جن" کے معنی ہیں چھُپی ہوئی چیز۔ بچے کو ماں کے پیٹ میں جنین کہتے ہیں۔ نظروں سے پوشیدہ ہوتا ہے۔ جنت بھی اسی سے ہے تو ساری تعریفیں جمع کر لیں تو مَجۡنُوۡنٌ ؕ کون ہوتا ہے جس پر جن کے اثرات ہوں۔ (نعوذُ بِاللہ) آسیب زدہ یا جس کا ذہنی توازن درست نہ ہو۔ یہ بات نبیؐ کو ان کی وحی کے بالکل ابتدائی دور میں کہی گئی تھی۔ ہو سکتا ہے ان میں آپ کے اپنے ہی ہوں جو ہمدردی کے مارے بات کر رہے ہوں کہ آپ کو کیا ہو گیا ہے۔

آپ تصور کیجیے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غارِ حرا سے اُترے اور لوگوں کو بتایا کہ لوگوں میں نبی ہوں، میرے پاس فرشتہ آیا ہے تو آگے سے لوگ کہیں گے اِنَّكَ لَمَجۡنُوۡنٌ ؕ۔ جس کے اندر دین اپنی اصل کے ساتھ آ جاتا ہے اُس کو یہ طعنہ ضرور ملتا ہے۔ نَّكَ لَمَجۡنُوۡنٌ ؕ۔ آج بھی جو دین کی اصل میں آتا ہے تو لوگ اسے پاگل کہتے ہیں سورہ قلم کی آیت نمبر دو میں اللہ تعالی نے کہا کہ اے نبی آپ بالکل بھی مجنوں نہیں ہیں۔

جب تک دین کے کام کرنے والوں کو لوگ مجنوں نہ کہیں تو دین کا حق ادا نہیں ہوتا۔ اگر اس جملے کو مثبت انداز میں لیا جائے تو یہ بہت اچھی بات ہے۔ جب کسی انسان کے اندر دین کی سچی لگن لگ جاتی ہے، پھر وہ اسے پھیلانے کی دُھن میں لگ جاتا ہے۔ ایک لگن لگ جاتی ہے کہ اب میں نے اس راستے میں آگے ہی آگے بڑھتے جانا ہے۔ اس کیفیت کو دیکھ کر لوگ کہتے ہیں کہ یہ مجنوں ہو گیا ہے۔ ہماری

بھی ہر وقت کی یہی مصروفیت ہے اور یہی تڑپ ہے کہ اللہ تعالیٰ رمضان سے پہلے جن تک یہ پیغام نہیں پہنچا ان تک یہ پیغام پہنچا دے۔ جو مجنوں ہو گا وہی اس کے لئے پلاننگ کرے گا۔ اس کے لیے لوگوں سے رابطے کرے گا۔ یہ عقل والوں کا کام ہی نہیں ہے۔ عقل والا بے خطر آگ میں نہیں کو دے گا۔ کسی کا اصل دیکھنا ہو تو آپ ان کی شادیوں ان کے بچوں کی شادیوں یا ان کے رشتہ داروں کی شادیوں میں ان کے عمل سے دیکھیں۔ بہت ہی دکھی دل سے پہلا الزام سنا۔ اب اگلا الزام؛

لَوْ مَا تَاْتِيْنَا بِالْمَلٰٓئِكَةِ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿٧﴾ اگر تو سچا ہے تو ہمارے سامنے فرشتوں کو لے کیوں نہیں آتا؟"

اب اعتراضات شروع ہو رہے ہیں۔ پہلے الزام لگایا آپ مجنون ہیں۔ اب کہہ رہے ہیں کہ یہ بتائیں فرشتے کہاں ہیں۔ مشرکین مکہ فرشتوں کے وجود پر مشکوک تھے۔ انہوں نے اپنے طور پر فرشتوں کی مورتیاں بنائی ہوئی تھی اور ان کو پوجتے تھے اور انہیں اللہ کی بیٹیاں کہتے تھے۔ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا کہ غار حرا میں میرے پاس فرشتہ آیا ہے تو کہنے لگے کہ وہ ہمارے پاس کیوں نہیں آتا۔ اللہ تعالیٰ جواب سکھاتے ہیں۔

مَا نُنَزِّلُ الْمَلٰٓئِكَةَ اِلَّا بِالْحَقِّ وَمَا كَانُوْٓا اِذًا مُّنْظَرِيْنَ ﴿٨﴾ ہم فرشتوں کو یوں ہی نہیں اتار دیا کرتے وہ جب اترتے ہیں تو حق کے ساتھ اترتے ہیں، اور پھر لوگوں کو مہلت نہیں دی جاتی۔

اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ اے نبیؐ اب آپ خاموش ہو جائیں اور آپ بیچ میں سے نکل جائیں۔ ہم خود ان کو جواب دیتے ہیں جمع متکلم کا صیغہ ہے الْمَلٰٓئِكَةَ اِلَّا بِالْحَقِّ ، یعنی تم فرشتوں کو بلا رہے ہوں تو اپنی شامت

کو بلا رہے ہو تمھیں نہیں پتہ کہ قوم عاد، قومِ شعیب، قوم ثمود پر جب فرشتے آئے تھے تو کیا لے کر آئے تھے۔ عذاب کی دھمکیاں لے کر آئے تھے۔ اور جب کسی قوم پر فرشتے آجاتے ہیں تو وہ ان کے آخری فیصلے کا نفاذ ہوتا ہے۔ وَمَا كَانُوْٓا اِذًا مُّنْظَرِيْنَ اور پھر لوگوں کو مہلت نہیں دی جاتی۔ اللہ تعالی کہتے ہیں کہ تم میرے نبی سے کڑوی باتیں کرتے ہو حالانکہ تمہیں پتاہے کہ میں نے ان کو کون سا کلام دیا ہے۔ آیت 9

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ﴿٩﴾ رہا یہ ذکر، تو اِس کو ہم نے نازل کیا ہے اور ہم خود اِس کے نگہبان ہیں۔

یہ وہ بنیادی نقطہ ہے جو تورات انجیل اور قرآن میں مختلف ہے۔ تورات اور انجیل بھی اللہ کا کلام تھا۔ اللہ سبحانہ وتعالی نے نازل کیا اور مکمل تھا۔ اللہ کبھی بھی قوموں سے اُدھورا پیغام دے کر پوری اطاعت نہیں مانگتا۔ قران، تورات اور انجیل میں بنیادی فرق یہ تھا کہ تورات اور انجیل کی حفاظت اللہ تعالی نے ان کے علماء پر ڈال دی تھی۔ سورۃ مائدہ میں ہم بڑی تفصل سے پڑھ چکے ہیں۔ لیکن قرآن کے لئے اللہ فرماتا ہے، اِنَّا اس میں شدت ہے۔ نَحْنُ میں "ہم" ہے۔ نَزَّلْنَا پھر تیسری دفعہ لفظ میں 'ن' آیا ہے۔ کہ 'ہم' نے نازل کیا۔ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ اور ہم ہی اس کی حفاظت کریں گے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن میں آج تک زیر، زبر، پیش کی غلطی نہیں ہے۔ حفاظت ہمشہ کارآمد اور قیمتی چیزوں کی کی جاتی ہے۔ قرآن کارآمد بھی ہے اور قیمتی بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کتاب کی حفاظت اپنے ذمہ لی۔ کیوں کہ کتاب کی حفاظت ایک اُمت کی حفاظت ہے۔ اللہ کہتے ہیں کہ ہم نے اس کتاب کو پچھلی کتابوں پر نگہبان بنادیاہے۔ اس کتاب نے تورات اور انجیل کی صحیح باتوں کو سنبھال لیا۔

إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ تینوں کتابوں کے لیے ہے لیکن وَإِنَّا لَهُ لَحٰفِظُوْنَ صرف قرآن کے لیے ہے۔

سورہ مائدہ آیت 44 میں ہم تورات اللہ کی طرف سے نازل ہونے کی دلیل پڑھ چکے ہیں "ہم نے اس کتاب کو نازل کیا جس میں ہدایت اور نور تھا"۔ اور سورۃ آلِ عمران آیت تین میں دونوں کا ذکر پڑھ چکے ہیں کہ ہم نے تورات اور انجیل کو نازل کیا۔ تو یہ کتابیں اُتری تو اللہ کی طرف سے تھیں لیکن حفاظت اللہ نے اپنے ذمے نہیں لی۔ اور یہ کتابیں وقت کے ساتھ اپنے علماء کی نظر ہو گئیں۔ اُنہوں نے ان کتابوں میں تبدیلیاں کر دیں۔ انکے بعد ایک ایسی اُمت آنی تھی جس کے بعد کوئی دوسری اُمت نہیں آئے گی۔ تو یہ آیت ختمِ نبوت کی دلیل ہے۔ سورۃ مائدہ کی آیت تین اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ کو سامنے رکھیں تو بات اور بھی سمجھ آجاتی ہے کہ دین پورا ہو گیا۔ نبوت اور وحی کو وہ سلسلہ جو حضرت آدمؑ یا حضرت نوحؑ سے شروع تھا وہ نبیﷺ تک آتے آتے پورا ہو گیا۔ اور اپنے لیٹسٹ ورشن میں آگیا تو اللہ نے اسے ختم کر دیا اور اس کتاب کی حفاظت اپنے ذمے لے لی۔ جب قرآنِ پاک کی مختلف زبانوں میں ترجمہ ہو رہا تھا تو لوگوں کو جوش آیا اور اُنہوں نے اسلام کی دشمنی میں قرآن کا اپنی زبان میں ترجمہ کیا اور اُس کے معنی میں تبدیلی کر کے لوگوں کو پیش کیا۔ مثلاً قرآن کا ترجمہ فرینچ زبان میں ہوا۔ تو اُس کے معنی میں بہت تبدیلیاں ہوئیں۔ مسلمانوں کو چونکہ فرینچ نہیں آتی تھی تو اُنہیں پتہ نہ چلا کہ اس میں تبدیلی ہوئی ہے لیکن اللہ کسی نہ کسی کو بھیج کر ان غلطیوں کی اصلاح ہر دور میں کرواتا رہا۔

ایک ایسا دور بھی آیا ایک ایسے ملک میں ایک ایسی زبان میں قرآن کے ترجمے عام کر دیئے گئے کہ مسلمان اسکا مقابلہ نہیں کر سکتے تھے، اُس وقت پھر مصر کے حکمران کو پتہ چلا کہ فلاں ملک میں قرآن

کے غلط نسخے عام کیئے گئے ہیں تو اُنہوں نے بہترین قاریوں کی آواز میں لاکھوں کی تعداد میں کیسیٹس ریکارڈ کروا کے اُس ملک میں پانی کی طرح پھیلائیں۔ اسی طرح اور بہت ساری باتیں ہمارے سامنے آتی ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ اس کتاب میں تبدیلی نہیں کی جاسکتی۔

آج مسلمانوں کی کتاب تو بدلی نہیں جاسکتی لیکن مسلمان بدل گئے۔ کتاب اور اسلام کچھ اور دکھاتا ہے، مسلمان کچھ اور نظر آتا ہے۔ الذِّکر اللہ کی یاد ہے۔ اللہ نے اپنی یاد اپنی معرفت انسان کے اندر رکھ دی۔ جب ہم یہ کتاب کھولتے ہیں تو ہمارے اندر بھولی ہوئی باتیں ہمیں یاد آنے لگتی ہیں۔ اللہ نے ہماری روحوں سے "وعدۂ الست" لیا تھا۔ یہ کتاب ہمارے جسموں کو وہ وعدہ یاد دلاتی ہے۔ اس کتاب سے جُڑے رہیں۔ غلطیاں، کوتاہیاں ہوتی رہیں گی لیکن ایک وقت آئے گا کہ اس کتاب کی وجہ سے اللہ آپ کو بچالے گا۔ لوگ قرآن پڑھتے ہوئے حدیث کو کہتے ہیں کہ احادیث تو بہت بعد میں آئیں۔ تو قرآن نبیؐ کے زمانے میں ایسی کتابی شکل میں نہیں تھا۔ حضرت عثمانؓ کے دور میں اس پر بہت کام ہوا۔ حجاج بن یوسف نے اس پر نقطے لگوائے تھے۔ اعراب نہیں تھے۔ یہ سب بعد میں لگے۔ سورۃ بقرہ کی تفسیر پڑھتے ہوئے ہم نے وہ واقعہ بھی پڑھا تھا کہ عیسائیوں کو ایک دفعہ خیال آیا کہ ہماری کتابوں میں تبدیلیاں ہیں لیکن قرآن میں کیوں نہیں۔ تو اُنہوں نے ساری دنیا سے بائبل کے مختلف نسخے جمع کیئے۔ اُس میں ایک لاکھ سے زائد تبدیلیاں تھیں۔ پھر جب پوری دنیا سے قرآن کے نسخے جمع کیئے گئے تو اُس میں ایک آدھ کتابت کی غلطی تو تھی لیکن اس میں ایک لفظ یہ بھی زیر، زبر کا اضافہ نہیں تھا۔ اُنہوں نے یہ اعتراف کیا تھا کہ قرآن میں کوئی تبدیلی نہیں۔ اُس بلڈنگ کو بعد میں گرادیا گیا تھا۔ کیوں کہ وہاں قرآن کے غلطیوں سے پاک ہونے کے حقائق تھے۔ تین نسلوں نے یہ کام کیا

تھا۔ ساری باتوں کو پیچھے کر کے ہم خود کو دیکھیں کہ ہم دنیا کی سب سے زیادہ حقیقت پر مبنی، کبھی نہ بدلی جانے والی کتاب پڑھ رہے ہیں۔ ہمیں اس پر اپنی زندگیاں لگا دینی چاہئیں۔

حضرت عیسیٰؑ کے آسمان پہ اُٹھائے جانے کے 610 سال بعد یہ شروع ہوا تھا اور آج 2018 آ گیا۔ صدیوں کو گن لیں تو 1438 صدیاں گزر گئیں، یہ کتاب آج بھی اپنی جدت قائم رکھے ہوئے ہے۔ آج کے دور میں قرآن کی حفاظت آسان ہے کیوں کہ اسکو ماننے والے ماشاءاللہ کروڑوں کی تعداد میں ہیں۔ اس کتاب کی حفاظت ناموافق حالات میں بھی ہوئی۔ تاریخ میں ایک ایسا دور گزرا ہے کہ ظالم بادشاہوں نے قرآن کے نسخے شہید کروا دیئے۔ اور ایک ایسا دور گزرا کہ قرآن اور اسلامی کتابیں دجلہ و فرات میں پھینک دی گئیں۔ بادشاہ سمجھا گیا کہ سب ختم ہو گیا۔ ایک دن کسی گھر سے قرآن پڑھنے کی آواز آ رہی تھی تو بادشاہ نے کہا کہ تم تو کہتے ہو سب ختم ہو گیا تو یہ کیا ہے۔ تو کہا گیا کہ ہم صفوں اور کتابوں کو تو ضائع کر سکتے ہیں لیکن یہ قرآن تو ان کے سینوں پہ لکھا ہوا ہے۔ پھر حُفاظِ قرآن کو مروایا گیا۔ ہلاکو خان نے کھوپڑیوں سے محل بنوایا تھا۔ لوگوں نے ہر ممکن اسکو ختم کرنے کے کوشش کی، لیکن ناکام رہے۔

واقع رجیع کو یاد کر لیں ستر بڑے بڑے حفاظ اور علماء اکرام نبیؐ کی زندگی میں مار دیئے گئے تھے۔ لیکن قرآن ختم نہیں ہوا۔ ہمارا نام قرآن کے ساتھ آ جائے تو اسے کبھی ختم نہ ہونے دیں۔ اسے تو مرنے تک اپنے ساتھ رکھیں کہ اگر قبر پر کتبہ بھی لگے تو اسی کتاب کے حوالے سے لگے۔

وَلَقَدۡ اَرۡسَلۡنَا مِنۡ قَبۡلِكَ فِىۡ شِيَعِ الۡاَوَّلِيۡنَ ﴿۱۰﴾ اے محمدؐ، ہم تم سے پہلے بہت سی گزری ہوئی قوموں میں رسول بھیج چکے ہیں۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کہتے ہیں کہ یہ کوئی نئی چیز نہیں ہے۔ آپؐ سے پہلے بھی رسول آئے۔ لفظ شِيَعِ کو سمجھ لیں۔ یہ شِيَةَ کی جمع ہے۔ اسکا معنی ہے "الگ ہو کر پھیلنے والا گروہ"۔ یہاں حضرت نوحؑ کے تین بیٹوں کی طرف اشارہ ہے۔ پھر اُن سے قبیلے بنے اور ہوتے ہوتے پوری دنیا میں پھیل گئے۔

وَمَا يَأْتِيهِم مِّن رَّسُولٍ إِلَّا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِءُونَ ﴿۱۱﴾ کبھی ایسا نہیں ہوا کہ اُن کہ پاس کوئی رسول آیا ہو اور اُنہوں نے اُس کا مذاق نہ اڑایا ہو ۔

یہاں سے مکی دور کا اندازہ کریں کہ رسولوں کو مذاق، باتیں، کرتے تھے۔ گھر گھر میں یہ سب کچھ ہو رہا تھا۔ لوگ اس کتاب کی طرف آنے والوں کا مذاق اُڑاتے تھے۔